حالات ومقامات

جناب عبدالہادی احمد صاحب

(۱) لیبیا

لیبیا پر حملہ کر کے امریکہ نے بین الاقوامی غنڈہ گردی کی شرمناک مثال پیش کی ہے۔ یہ پہلا موقع ہے کہ امریکہ نے سرزمینِ اسلام پر براہ راست جارحیت کی ہے۔ اِس سے پہلے وہ اس مقصد کے لیے اپنے پالتو ایجنٹ یہودیوں کو استعمال کرتا چلا آیا ہے۔ لیبیا پر حملے میں صدر امریکہ نے بحیرۂ رُوم میں موجود اپنے بحری بیڑوں کے علاوہ اتحادی ملک برطانیہ کے ہوائی اڈے بھی استعمال کیے اور اپنے عالمی جرم کو جائز ثابت کرنے کے لیے مغربی جرمنی، برطانیہ اور کینیڈا سے بھرپور تائید بھی حاصل کی ـــ یوں تیس لاکھ آبادی کے ایک چھوٹے سے ملک کے خلاف امریکہ نے پوری صلیبی قوتوں کو منظّم کر کے میدان میں اُتارا۔

۲۴ مارچ کو خلیج سدرہ میں لیبیا کے جہازوں پر حملہ امریکی جارحیت کا نقطۂ آغاز تھا۔ اِس حملے کے اختتام پر صدر ریگن نے اعلان کیا تھا کہ اگر روم اور وی آنا کے ہوائی اڈوں پر ہونے والے واقعات میں لیبیا کا ملوث ہونا ثابت ہوگیا، تو امریکہ دوبارہ حملہ کرے گا۔ گویا پہلے صرف جرم کے شبہے میں سزا دی گئی اور دوبارہ جرم ثابت ہونے پر ـــ اس کے بعد صدر ریگن نے کرنل قذافی پر غصّے سے دانت پیستے ہوئے انہیں "مشرق وسطیٰ کا پاگل کتّا" قرار دیا۔ اُن کے ایک سینیر معاون نے اپنے صدر کی تائید کرتے ہوئے کہا:

"ہمیں اچھی طرح معلوم ہے کہ پاگل کتّوں سے کیا سلوک کیا جاتا ہے۔"

اس کے بعد مبصرین کو یقین ہو چلا تھا کہ اب لیبیا پر مزید حملے ہوں گے، لیکن عام خیال یہ تھا کہ امریکی طیارے طرابلس اور بن غازی کی فوجی تنصیبات پر حملہ کریں گے۔ اس کے برعکس انہوں نے ان شہروں کے پرامن شہریوں پر بم برسائے۔ ۱۵ر اپریل کی صبح طرابلس کے کوچہ و بازار بے گناہوں کے لہو سے لالہ زار بن گئے۔ امریکہ کے بہادر "کاؤ بوائے" نے "دہشت گردوں" کے گناہوں کا بدلہ ۱۶ ماہ کی معصوم بچی حنا سے لیا۔ سینکڑوں بوڑھوں عورتوں اور بچوں کو شہید کر دیا گیا اور ہزاروں بے قصور شہریوں کو گھروں سے بے گھر یوں امریکی صدر کا غصہ کچھ کم ہوا۔ اور وہ اپنے کارنامے کو "پہلا گھونسا" قرار دیتے ہوئے واپس لوٹے۔

دنیا بھر میں امریکی جارحیت کا شدید ردِ عمل ہوا۔ غیر جانب دار ممالک کی تنظیم اور اسلامی ممالک نے لیبیا سے یک جہتی کا اظہار کرتے ہوئے امریکی دہشت گردی کی مذمت کی۔ پاکستان میں سب سے پہلا احتجاج طلبہ کی ملک گیر تنظیم اسلامی جمعیت طلبہ نے کیا۔ وزیر اعظم محمد خان جونیجو نے امریکی حملے کو غیر قانونی اقدام کہا اور دوسرے سیاستدانوں نے احتجاجی بیانات دیئے۔ امیرِ جماعتِ اسلامی پاکستان میاں طفیل محمد نے اپنے ردِ عمل کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

> "امریکہ کا ایک سپر پاور ہونے کے زعم میں ایک چھوٹے ملک پر حملہ آور ہو جانا بدترین قسم کی جارحیت ہے، جس کی پوری دنیا کو اس طرح مذمت کرنی چاہیے جیسے افغانستان پر روسی حملے کی ہو رہی ہے"۔

امریکہ نے اپنے اقدام کے جواز کے طور پر کہا ہے کہ قذافی قاتلوں اور ڈاکوؤں کے سرگروہ اور دہشت گردوں کے سرپرست ہیں، دنیا بھر کی "دہشت گرد" اسلامی تحریکوں کو اقتصادی امداد اور عسکری تربیت لیبیا میں دی جاتی ہے، اس لیے امریکہ پر واجب ہے کہ وہ لیبیا کو سزا دے۔ ۱۵ر اپریل کے امریکی حملے کا سبب برلن کے ایک ناچ گھر میں بم کا دھماکا بتایا جاتا ہے جس میں ایک ترک عورت اور ایک امریکی فوجی ہلاک ہوئے۔ اس واقعے کے ثبوت میں کہا گیا ہے کہ خلائی سیاروں سے مدد لی گئی ہے۔ خلائی سیاروں نے یہ

"رپورٹ" بھی دی ہے کہ مختلف طیاروں کے حادثات میں بھی قذافی کا ہاتھ تھا۔ قذافی کا ایک جرم یہ بھی بتایا گیا ہے کہ وہ لبنان میں منافقس مذہبی جنگ چھیڑنے کے لیے ایران کو دس کروڑ ڈالر فراہم کرے گا۔

صدر قذافی کو جھگڑالو، وحشی اور مذہبی جنونی کے روپ میں پیش کرنے کے لیے امریکہ نے پروپیگنڈے کے تمام وسائل جھونک رکھے ہیں۔ بین الاقوامی یہودی لابی جسے دنیا بھر میں ذرائع ابلاغ پر اجارہ حاصل ہے، دن رات لیبیا کے سربراہ کا کردار مسخ کر کے پیش کرنے میں لگی ہوئی ہے۔ اس پروپیگنڈے کے اثر سے امریکہ اور مغربی دنیا میں قذافی کا نام برائی کی علامت بن کر رہ گیا ہے۔ امریکی سینیٹر ہوورڈ نے امریکیوں کی قذافی سے شدید نفرت کی نمائندگی کرتے ہوئے کہا:

"قذافی کو فوری طور پر قتل کر دینا چاہیے۔"

قذافی کو زچ کرنے کے لیے صدر ریگن نے خلیج سدرہ میں اپنے بحری جہازوں کے بڑے بڑے جلوس نکالے، امریکہ میں لیبیا کے تمام مالیاتی اکاؤنٹ اور اثاثے منجمد کر دیے اور اپنے اتحادیوں سے بھی اقتصادی بائیکاٹ کے لیے کہا۔ یہ الگ بات ہے کہ سوائے جاپان کے یورپی برادری کے دوسرے ممالک اقتصادی بائیکاٹ اور لیبیا میں اپنے مالی فوائد سے دستبردار ہونے کے لیے آمادہ نہ ہوئے۔ ریگن نے امریکی تعمیراتی اور تجارتی کمپنیوں کو حکم دیا کہ وہ لیبیا سے فوری طور پر نکل جائیں اور اسے مالی نقصانات سے دوچار کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں۔ اس کے نتیجے میں دوسرے نقصانات کے علاوہ لیبیا کو سب سے بڑا دھچکا یہ لگا کہ آب رسانی کا وہ عظیم منصوبہ نامکمل پڑا رہ گیا جس کا بنیادی کام دو امریکی کمپنیاں کر رہی تھیں۔ نوارب ڈالر کے زرِ کثیر سے تعمیر ہونے والے اس عظیم مصنوعی دریا (GREAT MAN- MADE RIVER) کے ذریعے لیبیا جنوب کے آبی ذخائر کو شمال کی گنجان آبادی کے علاقوں تک پہنچانا چاہتا ہے۔ اس مقصد کے لیے دو ہزار کلومیٹر لمبی پائپ لائنیں تعمیر کی جائیں گی۔ امریکی کمپنیاں ابتدائی کام کے ذریعے کروڑوں ڈالر پہلے ہی کما چکی ہیں۔ بتایا جاتا ہے کہ امریکی ماہرین نے ایک لاکھ ڈالر سالانہ سے زیادہ تنخواہیں

وصول کرتے ہیں۔ لیبیا اب اس منصوبے کی تکمیل کے لیے کوریا اور جاپان وغیرہ سے رجوع کر رہا ہے۔

امریکہ کی منافقت اور دوغلے پن کا اس سے واضح ثبوت کیا ہو سکتا ہے کہ لیبیا اور فلسطینیوں کے لیے تو اپنے حقوق کی حفاظت کرنا دہشت گردی کہلاتا ہے، لیکن اسرائیل کو پوری آزادی ہے کہ وہ بستیوں کی بستیاں مسمار کر دے، معصوم بچوں اور بے گناہ شہریوں کو ذبح کر دے۔ خود امریکہ اگر پُرامن شہریوں، بوڑھوں، بچوں اور عورتوں کو بمباری کا نشانہ بنائے تو یہ بھی دہشت گردی نہیں ـــ عین انصاف ہے۔

لیبیا پر امریکی حملے کا دنیا بھر میں شدید ردّعمل ہوا۔ روس نے بھی اشک شوئی کے لیے مذمت کا بیان جاری کیا، لیکن ہمیشہ کی طرح روس نے اس مرتبہ بھی انتہائی مشکوک کردار ادا کیا۔ حسبِ سابق اس کا یہ دوغلا پن بے نقاب بھی ہو گیا۔ امریکی وزیر خارجہ نے یہ بیان دیا ہے کہ حملے سے پہلے امریکہ نے روس کے ناظم الامور کو اعتماد میں لیا تھا اور بتا دیا تھا کہ یہ حملہ لیبیا کی دہشت پسندی کے خلاف ہے۔ اس کے بعد یہ حقیقت بھی سامنے آگئی کہ امریکی حملے سے پہلے روس نے اپنے جاسوسی کرنے والے جہاز خلیج سدرہ کے علاقے سے دُور ہٹا لیے تھے۔ کویتی اخبار "الرائے العالم" نے روس سے سوال کیا ہے کہ اگر لیبیا پر حملے میں اس کی امریکہ سے ملی بھگت نہ تھی تو پھر اس نے پورا علاقہ امریکہ کے لیے خالی کیوں چھوڑ دیا تھا؟

یہ المناک حقیقت ہے کہ جہاں کچھ اسلامی ممالک امریکہ کی لابی میں شمار کیے جاتے ہیں، وہاں شام، الجزائر اور لیبیا وغیرہ روس کے حلقۂ اثر میں گنے جاتے ہیں، مگر جب بھی ان ممالک پر آزمائش آتی ہے امریکہ اور روس دونوں اپنے ان حلیفوں کے بجائے ان کے دشمنوں سے مل جاتے ہیں۔ امریکہ اردن، عراق اور سعودی عرب وغیرہ کا "دوست" ہے، لیکن جنگ کے موقع پر ان کے ازلی دشمن اسرائیل کی پیٹھ ٹھونکتا نظر آتا ہے۔ اِدھر روس کا بھی یہی وطیرہ ہے۔ جنگ رمضان میں اس نے عین وقت پر شام کو ہتھیاروں کی سپلائی روک کر مسلمانوں کی پیٹھ میں چھرا گھونپا تھا۔ پھر یہ روس ہی ہے جو اسرائیل کو

افراد قوت فراہم کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ آج بھی روسی یہودی دھڑا دھڑ اسرائیل آ رہے ہیں اور انہیں ملک چھوڑنے کا لازمی ٹیکس بھی معاف ہے۔

چند ماہ قبل یمن کی خوفناک خانہ جنگی میں روس کی فوج نے براہ راست حصہ لیا اور ہزاروں مسلمانوں کا خون بہایا۔ امریکہ اس واضح روسی مداخلت پر خاموش رہا۔ بالکل اسی طرح اب امریکہ نے لیبیا پر حملہ کیا تو روس خاموش رہا ہے۔ عین ممکن ہے کہ اس 'تعاون' کے بارے میں روس افغانستان میں اپنی جارحیت میں اضافہ کر دے اور امریکہ سے 'خاموشی' کا طالب ہو۔

صدر قذافی کی جذباتی انقلابیت اور سیمابی شخصیت سے لیبیا کے عوام کو خاصے نقصانات بھی اٹھانے پڑے ہیں۔ وہ روس کی تقلید میں اتنے آگے نکل آئے ہیں کہ واپسی کی راہیں بند نظر آتی ہیں۔ انہوں نے آنکھیں بند کر کے ملک کو روسی طرز کی اصطلاحات کے ذریعے ترقی دینے کی کوشش کی۔ قومی وسائل کو قومیانے کی سعی کی اور سپر مارکیٹوں کا قومی نظام بنایا جو بری طرح ناکام رہا۔ عام لوگ بنیادی اشیائے ضرورت سے محروم ہو گئے ہیں اور صاحب حیثیت لوگ بلیک مارکیٹ سے منہ مانگے داموں سے روزمرہ کی اشیاء خریدتے ہیں، چنانچہ گذشتہ دنوں یونیورسٹی، کالجوں کے دس ہزار طلبہ نے جو مظاہرے اور ہڑتالیں کیں، ان کا بنیادی سبب اشیائے ضرورت کی نایابی تھی۔ غرضیکہ لیبیا کو روس کی نقالی سے کچھ ہاتھ نہیں آیا۔ مگر وہ ہیں کہ پھر اسی سیدنا جو ("عطار کے لونڈے") پر انحصار کر رہے ہیں۔ امریکی حملے کے بعد لیبیا کے وزیر اعظم عبدالسلام جالود نے کہا ہے کہ اب ہمارے لیے واحد چارہ کار یہ رہ گیا ہے کہ روس کے ساتھ باقاعدہ معاہدہ کریں۔ آل انڈیا ریڈیو کے مطابق انہوں نے روس کو فوجی اڈے دینے کی پیش کش بھی کی ہے۔

گذشتہ برس امریکہ کے سابق صدر نکسن نے اپنے ایک مضمون میں روس کو تعاون کی جو پیش کش کی تھی اور جس میں لکھا تھا کہ امریکہ اور روس کو ہاتھ ملا کر لیبیا سے لے کر ایران تک پھیلی ہوئی اسلامی "دہشت گرد" تحریکوں کا مقابلہ کرنا چاہیئے، یہ بات کسی مجذوب کی بڑ نہ تھی۔ یہ امریکی ڈپلومیسی کے ایک اہم ستون، سابق امریکی صدر کا نہایت اہم بیان تھا۔